Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 37, Sr.No.103, 2016 pp 75 - 84

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۷، اپریل۔جون ۲۰۱۶ء، شمارہ ۱۰۳

احمد ندیم قاسمی کی دیہات نگاری

ڈاکٹر عمارہ اقبال☆

Abstract:

Ahmed Nadeem Qasmi is a distinguished poet. His poetry provides an authentic picture of rustic life. Although he spent a short span of his life in village, an attachment of feelings and emotions with the village life lasted long in his heart and soul. In his poetry, Nadeem portrayed the beauty and pangs of village life. He makes a comparison of real and imaginative life and presented a real picture of village life. Poverty, hunger, disease, class conflict, illiteracy, exploitation of the weak, dominating and cruel attitude of the influential are the fundamental problems of the village. Nadeem has vividly expressed these problems. In the feudal system, the most important problem is the ruin of beauty and exploitation of the weak. Nadeem wants to get the farmers and labourers relieved of this cruelty and injustice.

Key Words: Qasmi, Village, Feudal, Poverty, Conflict, Farmers, Injustice

احمد ندیم قاسمی کا تعلق دیہات سے تھا۔ اِس لیے اِن کی شاعری میں دیہات نگاری نمایاں ہے۔ اگر چہ ندیم نے دیہات میں کم عرصہ گزارا اور دیہی زندگی کے ساتھ اِن کا تعلق دس بارہ سال کا ہے۔ اِس کے بعد کبھی مہینے میں ایک یا دو دفعہ گاؤں کے چکر لگاتے، بعد میں یہ وقفے طویل سے طویل تر ہوتے گئے اور سال میں ایک دفعہ کہیں اپنے گاؤں جانے کا موقع ملتا۔ دیہات میں کم وقت گزارنے کے باوجود، اِن کو دیہات کے ایک ایک نظارے سے محبت تھی۔

☆ لیکچرار شعبۂ اُردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج برائے خواتین، خان پور، ضلع رحیم یار خان

بقول ڈاکٹر ناہید قاسمی:

''ندیم لاہور جیسے شہر میں اک مدت گزارنے کے باوجود ذہنی لحاظ سے اپنے گاؤں میں موجود رہے اور یہی نہیں بلکہ اپنی اولاد کا رشتہ بھی اپنی آبائی زمین سے برقرار رکھا۔'' [۱]

ندیم بظاہر تو اپنے گاؤں سے دُور ہوتے گئے لیکن گاؤں سے اِن کے احساسات و جذبات کا رشتہ ہمیشہ قائم رہا۔ احساسات و جذبات کے اِسی رشتے کی وجہ سے گاؤں کی فضا اور ماحول اِن کی ادبی شخصیت کا اہم ترین حوالہ بنی رہی اور عمر بھر اپنی تحریروں میں اپنے گاؤں کی تخلیقی بازیافت کرتے رہے۔ ندیم اپنی نظم ''گاؤں کی شام'' میں لکھتے ہیں:

دُھندلکے پربتوں پر چھا رہے ہیں
اُجالے کے کنول کملا رہے ہیں
گپھاؤں میں گڈریے بانکے بانکے
جوانی کے ترانے گا رہے ہیں
اندھیری کھوہ میں بھیڑوں کے ریوڑ
ٹھٹھر کر ٹھنڈ سے ممیا رہے ہیں
ہواؤں کو پروں سے تھپتھپاتے
پرندے گھونسلوں کو جا رہے ہیں
دُھواں سا گاؤں پر پھیلا ہوا ہے
نظر سے کھیت چھپتے جا رہے ہیں [۲]

ندیم نے کئی نظموں کے خارجی ماحول کی منظر کشی کی ہے۔ اِن کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ گاؤں کے مناظر جو کہ بچپن کے کسی لمحے میں اِن کی آنکھوں نے دیکھے وہ ہمیشہ کے لیے اِن کے ذہن کے کسی گوشے میں محفوظ ہو گئے۔

ندیم خود لکھتے ہیں:

''جب بھی میں اپنا ماضی یاد کرتا ہوں تو لہلہاتے ہوئے کھیتوں، اڈتے ہوئے

بادلوں، ڈھلی ہوئی پہاڑیوں اور چکراتی، بل کھاتی اور قدم قدم پر پہلو بچاتی ہوئی
پگڈنڈیوں کی ایک دنیا میرے ذہن میں آباد ہو جاتی ہے۔'' ۳

ندیم کی شاعری کی منفرد اور محبوب ادا، گاؤں کی زندگی کے حسن اور عذاب، دل کشی، اور خوب صورتی کی مصوری اور ترجمانی ہے۔ ندیم اپنی نظم ''مادرِ فطرت'' میں دیہی زندگی کے حسین و دل رُبا مناظر پیش کرتے ہیں:

دُور پربت پر ہیں طوفانی گھٹائیں خیمہ زن
ندیاں ناگن سے بل کھاتی رواں ہیں جا بجا
آ رہی ہے جیسے ہر جانب سے چڑیوں کی صدا
جھاڑیوں پر تازگی ہے، کونپلوں پر بانکپن ۴

ندیم نے قطعات میں جو کہانیاں بیان کی ہیں اُن کہانیوں کے تار و پود دیہات کی فضا میں بُنے ہیں۔ دیہات کی عوامی زندگی سے چُنی گئی اِن کہانیوں میں حسن و رومان کی تصویریں نظر آتی ہیں۔ ندیم کے پاس خیالات و افکار اور الفاظ کا جو سرمایہ ہے وہ انھوں نے اپنے گردوپیش سے اکٹھا کیا ہے۔ اِن کے تجربات و مشاہدات کی دنیا وسیع ہے۔ ندیم لکھتے ہیں:

کچی دیواروں پہ رقصاں ہے دیئے کی روشنی
چھت کے اِک سوراخ سے اُٹھتا ہے رہ رہ کر دھواں
کس کی آمد ہے کے دروازے پر ہیں بیٹھے ہوئے
بھولے بچے مست دوشیزائیں اور بانکے جواں ۵

(استقبال)

باجرے کی فصل سے چڑیاں اڑانے کے لیے
ایک دوشیزہ کھڑی ہے کنکروں کے ڈھیر پر
وہ جھکی، وہ ایک پتھر سنسنایا وہ گرا
کٹ گئے ہیں اِس کے جھٹکے سے میرے قلب و جگر ۶

(لچک)

ندیم نے گاؤں کی حقیقی زندگی اور تصوراتی زندگی کا موازنہ کیا ہے اور دیہات کی اصلی اور حقیقی تصویر

پیش کی ہے۔ ندیم ایسے شاعر اور ادیب کو پسند نہ کرتے تھے جو گاؤں کی زندگی کو Idealize کرتے ہیں۔ اپنے انٹرویوز میں ندیم نے کئی بار اِس امر کے خلاف اپنے تاثرات ریکارڈ کروائے اور زندگی کی آخری سانس تک اِس بات کے خلاف تھے اور چاہتے تھے کہ گاؤں کو اِس کے حقیقی خدوخال کے ساتھ پیش کیا جائے۔ عام طور پر شاعر گاؤں کو اِس طرح پیش کرتے ہیں جیسے وہاں بڑا امن وسکون ہے۔ وہاں فرشتے اور حوریں بستی ہیں، جب کہ دیہات قبائلی رسم ورواج، فتنہ وفساد اور قتل وغارت کے شکنجے میں گھرا ہوا ہے۔

ندیم لکھتے ہیں:

> ''ہمارے ادب میں دیہی زندگی کی سچائیوں کا اظہار کم کم ہی ہوا ہے۔ اِس کی وجہ بدنیتی نہیں ہے بلکہ بے خبری ہے۔۔۔ ہمارے لکھنے والے بیش تر شہروں سے تعلق ہیں اور شہروں سے باہر ذرا کم ہی جھانکتے ہیں۔ یوں ہمارے ادب میں دیہی زندگی کی مسلسل حق تلفی ہوتی رہی ہے۔'' ۷

ندیم کی شاعری پنجاب کی دیہاتی ثقافت کو اُبھارتی ہے۔ اِن کی نظموں ''میرا گاؤں''، ''گاؤں کی صبح''، ''ساون''، ''گاؤں کی شام'' اور ''چرواہے'' وغیرہ میں مقامیت کا رنگ نمایاں ہے۔ ندیم نظم ''میرا گاؤں'' میں لکھتے ہیں:

یہ کچے مٹی کے گھر، یہ غریب رشتہ دار
یہ آڑھی ترچھی سی بوسیدہ چھپروں کی قطار
یہ منہ اندھیرے ہی بیلوں کی گھنٹیوں کی صدا
یہ صبح صبح گھروں سے دُھواں سا اُٹھتا ہوا
یہ سرد راتوں میں چوپال پر سلونے گیت
یہ حادثات کا اظہار، صبر و شکر کی ریت ۸

دیہات میں پائی جانے والی طرزِ معاشرت پنجاب کے ہر گاؤں میں مشترک ہے۔ پنجاب کا کوئی بھی علاقہ ہو، وہاں کے عوامی مسائل اور ترجیحات تقریباً ایک جیسے ہوتے ہیں۔ غربت، بھوک، افلاس، بے روزگاری، بیماری، طبقاتی کش مکش، ناخواندگی، کمزور طبقوں کا استحصال، بااثر طبقوں کے آمرانہ اور جابرانہ رویے، یہ سب پنجاب کے دیہاتوں کے مسائل ہیں۔ ندیم نے اپنی شاعری میں اِن تمام مسائل کی خوب

صورت عکاسی کی ہے۔ ندیم نے مقامی معاشرت اور اِس کے مسائل کا ہر پہلو سے مطالعہ کیا ہے۔

ندیم کے قطعات میں جس طرح دیہات کے رہنے والوں کے طرزِ رہن سہن اور جذبات ومحسوسات کو پیش کیا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

اِس حوالے سے کشمیری لال ذاکر (چندی گڑھ) رقم طراز ہیں:

''احمد ندیم قاسمی کے قطعات کی ایک خصوصیت دیہاتی زندگی کی خوب صورت عکاسی ہے۔ میرے ذہن میں کوئی اور دوسرا شاعر نہیں جس نے پنجاب کی دیہاتی زندگی کو اور اِس کے رہنے والوں کی دھڑکنوں، احساسات اور جذبات کی اِس خوب صورتی سے ترجمانی کی ہو۔'' ۹

ندیم کو طبقاتی تضاد کا شدید احساس ہے۔ زمین دار اپنی عیش وعشرت کے لیے کس طرح کسانوں اور مزدوروں کا استحصال کرتے ہیں اور کسانوں کے دِلوں میں بغاوت کی جو چنگاریاں جنم لیتی ہیں، اِن کو ندیم نے اپنے قطعات کا موضوع بنایا ہے۔ ندیم زمین داروں کی اِس عیاشی اور استحصال کے خلاف آواز اُٹھاتے ہیں۔ ندیم لکھتے ہیں:

ہے رقص طوائف کا زمیندار کے گھر پر
پردیس سے آئے ہیں کئی یار پرانے
وہ چند غریبوں کو گریباں سے پکڑ کر
بھیجا ہے زمیندار نے بیگار پر تھانے ۱۰

(محروم عیش)

محتاج کسی کی بھی نہیں میری جوانی
مزدور ہوں کھاتا ہوں پسینے کی کمائی
اے ریشم و کمخواب میں لپٹے ہوئے کوڑھی
کیوں تو نے مجھے دیکھ کے یوں ناک چڑھائی ۱۱

(مزدور کی جوانی)

ندیم کی جاگیرداری نظام اور طبقاتی استحصال کے خلاف انقلابی سوچ اُن کے قطعات میں جا بجا نظر آتی ہے۔ انسان جس کو فرشتوں نے سجدہ کیا، اُس پر جاگیردار ظلم وستم کرتا ہے۔ جس طرح جاگیردار اُن کا

استحصال کرتا ہے اور اُن کی محنت کو خرید تا ہے۔ ندیم نے اُس کی حقیقی تصویریں بیان کی ہیں:

افسوس لگان آج ادا کر نہیں سکتا
لیکن میری بیٹی کا یہ جھومر نہ اُتارو
کس طرح منائے گی یہ کل عید کا تہوار
اے ابلقِ ایام کے بے رحم سوارو [۱۲]

(بے رحم)

دو بیگہ زمیں کاشت کی خاطر مجھے دے کر
تم کرتے ہو چھپ کر مری لڑکی کا اشارہ
محنت تو بکا کرتی ہے غیرت نہیں بکتی
افلاس کا مارا ہوا دہقان پکارا [۱۳]

(تن اور من)

کسانوں کی محنت سے کھیتوں سے اُگتا ہوا سونا زمین دار کے گھر جاتا ہے جب کہ کسان اپنی بیٹی کے زیور بیچ کر بھی حکومتِ وقت کو لگان ادا نہیں کر سکتا۔ ندیم کہتے ہیں:

گندم کی بالیوں میں جڑے ہیں لہو کے رنگ
فصلیں اُگی ہوئی ہیں کہ لاشوں کے شہر ہیں
رنگوں کی یہ بہار ہے یا حشرِ رنگ ہے
اوپر سے کھیت سبز ہیں، اندر سے زہر ہیں [۱۴]

ندیم نے اپنی شاعری میں دیہات کی بھرپور عکاسی کی ہے اور دیہات کی طرزِ معاشرت اور جغرافیائی ماحول پنجاب کے ہر گاؤں کا ایک جیسا ہے۔

ندیم خود لکھتے ہیں:

''جہاں تک مجھے پنجاب کے دیگر اضلاع کو دیکھنے کا موقع ملا، میں نے دیہاتی زندگی کے بنیادی اصولوں میں کوئی فرق نہیں پایا ہے۔'' [۱۵]

ندیم کو دیہاتی معاشرت میں طبقاتی تضاد نظر آتا ہے۔ اِس لیے وہ دیہات کی معاشرتی اصلاح

چاہتے ہیں۔

محمد اکرم رضا لکھتے ہیں:

''اِن کی شاعری کا نصب العین بھی بڑی حد تک دیہات کی فضا سے اخذ کردہ ہے۔ دیہات کی فضا میں اگرچہ حسن جاذبیت اور دل ربائی کی فراوانی ہے مگر عصرِ حاضر کے ندیم سے اہلِ دیہات کی حالت زار بھی پوشیدہ نہیں ہے۔'' ۱۶

ندیم دیہات سے تعلق رکھنے کی وجہ سے دیہات کو اپنے مشاہدات کی روشنی میں پیش کرتے ہیں اور دیہات کو ہمدردانہ نگاہ سے دیکھنے کی بجائے دیہاتی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ندیم نے دیہات کی زندگی کو جس طرح دیکھا اور محسوس کیا اُس کو حقیقت کے ساتھ پیش کیا۔ نظم ''دیہات کی شہزادی'' میں کہتے ہیں:

کھیلے گی شعاعوں سے، لپٹے گی ہواؤں سے
تھپکائے گی دھرتی کو جھانجھن کی صداؤں سے
خلوت کو سجائے گی گیتوں کی رداؤں سے ۱۷

ندیم انسان کو جاگیرداروں کے چنگل سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ جاگیردار کی حیثیت جابر حکمران کی تھی۔ جاگیرداروں نے اندھیر مچا رکھا تھا۔ کسانوں اور محنت کشوں کی بھلائی کی کوئی گنجائش موجود نہ تھی۔ آدمیت کی تذلیل کی جاتی تھی اور انسانی حقوق کو پامال کیا جاتا تھا۔ اِس خوف ناک تفریق اور تضاد نے ندیم کو مسلسل کرب اور اضطراب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ جب وہ جاگیرداروں کو روپے پیسے اور اقتدار کی ہوس کے ہاتھوں انسانوں کو ذلت کی پستیوں میں مبتلا کرتے دیکھتے تو تڑپ اُٹھتے۔ ندیم انسان کو بلند مقام پر دیکھنے کے آرزومند تھے اِس لیے وہ جاگیردارانہ نظام اور اُن کے طبقاتی استحصال کے خلاف تھے۔ ندیم کی غزل میں حکمران طبقے کے اِس ظلم وستم اور ناانصافی کے خلاف طنز ملتا ہے۔ ندیم کہتے ہیں:

جانے کون رہزن ہیں، جانے کون رہبر ہیں
گرد گرد چہرے ہیں، آئینے مکدر ہیں ۱۸

دیہات میں نام نہاد عوامی نمائندے ووٹ لینے کے لیے تو آتے ہیں لیکن منتخب ہونے کے بعد وہ اِن مظلوم ومحکوم لوگوں کے مسائل سے بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ ندیم چاہتے ہیں کہ طبقاتی تضاد اور حکومت کی غلامی ختم ہو جائے۔ کسان اپنی محنت کا پھل خود اُٹھا سکے۔ آزادی اور جمہوریت کے واضح اشارے اِن کی شاعری میں نظر آتے ہیں:

وہ کسی بے خوف دیہاتی نے موٹر روک لی
اِک رئیس اترا ہے برساتا ہوا نخوت کی بھاپ
''کیا شکایت ہے؟'' وہ غرایا وہ دیہاتی بڑھا
''ووٹ لے لیتے ہیں اور روٹی نہیں دیتے ہیں آپ!'' ۱۹
(ووٹ)

ندیم اپنے گردوپیش میں امیر اور طاقت ور کو غریب اور کمزور لوگوں کا استحصال کرتے دیکھتا ہے۔ سماجی ناانصافیوں اور طبقاتی تقسیم کا شب و روز مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی ذاتی زندگی میں بھی اسے محسوس کرتا ہے۔

فتح محمد ملک رقم طراز ہیں:

''فرشتوں کے اِس مسجود اور خدا کے اِس محبوب پر دیہات کے خدا (جاگیردار) کی شیطنت سے جو بیت رہی ہے اِس کی صداقت آفریں تصویریں ندیم کے فنی آئینے میں منعکس ہیں۔ ندیم نے اپنے انقلابی اندازِ نظر کے ساتھ جاگیرداری نظام میں طبقاتی استحصال اور نسلی استبداد ہر دو کے جیتے جاگتے مرقعے پیش کیے ہیں۔'' ۲۰

جاگیردارانہ ماحول میں گاؤں کی عورت مشقت کرنے کے باوجود صلہ سے محروم ہوتی ہے۔ اِس کے مسائل میں سب سے اہم مسئلہ حسن کی پامالی اور تاراجی ہے۔ جاگیردار، سرمایہ دار، پیر، سب کے سب انسانیت کی پامالی کے اِس المیے کے خوں خوار کردار ہیں۔ گاؤں کی لڑکی کی جب شادی کا مرحلہ آتا ہے تو اِن کی شادی تو برائے نام ہوتی ہے اُن کے تو بس ہاتھ پیلے کر دیے جاتے ہیں۔ جس انداز میں اُن کی شادی ہوتی ہے اُس کی حقیقی تصویر ندیم کی نظم ''سہاگن بیوہ'' میں نظر آتی ہے:

نہ بزرگ باپ سے کچھ گلہ، نہ غریب ماں سے ملال ہے
نہ کسی کے رحم کی آرزو، نہ دراز دستِ سوال ہے
مری زندگی کے نصیب میں جو خزاں ہی تھی تو خزاں سہی
مجھے آہ و نالہ سے کام ہے، جو یہاں نہیں تو وہاں سہی
جو فلک پہ بیٹھے ہوئے خدا کی یہی رضا ہے تو شکر ہے
جو عدالتِ مہ و سال کا یہی فیصلہ ہے تو شکر ہے
مگر اِک عجیب کرید سی مرے دل میں رہتی ہے پرفشاں

کہ مرا مقدر غم نشاں، مجھے لے چلے گا کہاں کہاں
مرے لالہ زارِ شباب میں ابھی اور آندھیاں آئیں گی
مرے آسمانِ خیال پر ابھی اور بدلیاں چھائیں گی
مرے مرغزارِ حیات پر کئی بجلیوں کی نگاہ ہے
مرا احتجاج بھی کفر ہے، مرا بولنا بھی گناہ ہے
مجھے اپنے حال پہ چھوڑ دو، مری غم نصیب سہیلیو!
مری جیتی جاگتی موت پر نہ کڑھو، غریب سہیلیو!
جو تمام باغ اُجڑ گیا تو کلی کا رنج فضول ہے
جو تمہیں بھی کرنا ہے ایک دن وہ سفر مجھے بھی قبول ہے [۲۱]

ندیم کے دِل و دماغ میں بار بار یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسانوں اور مزدوروں کو اِس ظلم و ستم سے کس طرح نجات دلائی جائے۔ ایسی صورتِ حال جبر و ظلم کے مروجہ نظام نے پیدا کر رکھی ہے۔ جب تک یہ نظام قائم رہے گا، حسن تاراج اور پامال ہوتا رہے گا اور انسانیت کی تذلیل ہوتی رہے گی۔

❁.....❁.....❁

حواشی

۱۔ محمد عباس، ''احمد ندیم قاسمی کی ادبی شخصیت کی تشکیل''، مقالہ برائے ایم۔اے اُردو، سرگودھا، یونی ورسٹی آف سرگودھا، ۲۰۰۵ء تا ۲۰۰۷ء، ص ۹۴

۲۔ احمد ندیم قاسمی، ''ندیم کی نظمیں''، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص ۱۱۴۸

۳۔ محمد اسلم لودھی، ''قومی ہیرے''، لاہور، طاہر سنز پبلشرز، اُردو بازار، اگست ۲۰۰۷ء، ص ۱۴۲۔۱۴۱

۴۔ احمد ندیم قاسمی، ''ندیم کی نظمیں''، ص ۱۱۵۱

۵۔ احمد ندیم قاسمی، ''رَم جھم''، لاہور، اساطیر، میاں چیمبرز، ۳۔ٹیمپل روڈ، ۱۹۴۴ء، ص ۳۰

۶۔ ایضاً، ص ۲۵

۷۔ احمد ندیم قاسمی، اداریہ ''فنون''، سہ ماہی، لاہور، شمارہ ۱۲۴، جنوری/اپریل ۲۰۰۵ء، ص ۱۷

۸۔ احمد ندیم قاسمی، ''ندیم کی نظمیں''، ص ۱۱۸۹۔۱۱۹۰

۹۔ کشمیری لال ذاکر: ''میرا آخری ساتھی۔شجر سایہ دار''، ''ہماری زبان''، نئی دہلی، ۲۰۰۸ء، ص ۵

۱۰۔ احمد ندیم قاسمی، ''دھڑکنیں''، لاہور، اُردو اکیڈیمی، بار اوّل، ۱۹۴۲ء، ص ۳۱

۱۱۔ ایضاً، ص ۳۱

۱۲۔ احمد ندیم قاسمی، ''رَم جھم''، ص ۴۵

۱۳۔ ایضاً، ص ۴۵

۱۴۔ احمد ندیم قاسمی از فتح محمد ملک، ''احمد ندیم قاسمی، شاعر اور افسانہ نگار''، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص ۲۱۹

۱۵۔ احمد ندیم قاسمی، ''دیباچہ از طلوع و غروب''، لاہور، اساطیر، ۱۹۹۵ء، ص ۳

۱۶۔ محمد اکرم رضا، ''صاحبِ طرز شاعر، منفرد افسانہ نگار''، مشمولہ ''مٹی کا سمندر''، مرتبہ ضیا ساجد، لاہور، مکتبہ القریش، بار اوّل ۱۹۹۱ء، ص ۶۴۵

۱۷۔ احمد ندیم قاسمی، ''ندیم کی نظمیں''، ص ۸۹۳

۱۸۔ احمد ندیم قاسمی، ''ندیم کی غزلیں''، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص ۳۳۷

۱۹۔ احمد ندیم قاسمی، ''رَم جھم''، ص ۴۹

۲۰۔ فتح محمد ملک، ''ندیم کا تصورِ انسان''، مشمولہ ''ادبیات''، سہ ماہی، شمارہ ۱۷، ص ۴۴۵

۲۱۔ احمد ندیم قاسمی، ''ندیم کی نظمیں''، ص ۱۰۱۳۔۱۰۱۴

❁ ..... ❁ ..... ❁